اخبار و افکار

وقائع نگار ———————————

۲۲ مارچ کی صبح مغربی جرمنی کے ایک ممتاز اسکالر ڈاکٹر برنڈ مانوئل وائشر (BERND MANUEL WEISCHER) نے ادارۂ تحقیقات اسلامی کو اپنی تشریف آوری سے عزت بخشی۔ "اسلامی تصوف" کے موضوع پر ان کے لکچر کا پروگرام تھا۔ ادارے کی سماعت گاہ میں جناب ڈائرکٹر نے ان کا خیر مقدم کیا۔ ۱۱ بجے ڈائرکٹر کی صدارت میں جلسے کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ ڈائرکٹر نے رفقائے کار سے مہمان اسکالر کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا:

ڈاکٹر وائشر تھیالوجی اور اسلامک اسٹڈیز کے پی ایچ ڈی ہیں۔ آج کل کیسا بلانکا (دارالبیضاء مراکش) میں غیر ملکیوں کو عربی زبان کی تعلیم دیتے ہیں۔ عربی کے علاوہ مشرق و مغرب کی متعدد اہم زبانیں جانتے ہیں۔ حبشی زبان کے بھی ماہر ہیں۔ تصوف ان کا خاص مضمون ہے۔ دنیا کے مختلف مذاہب میں تصوف کے تقابلی مطالعہ سے انھیں گہری دلچسپی ہے۔ اس موضوع پر انھوں نے بہت سے مضامین اور مقالے لکھے ہیں۔

ڈاکٹر وائشر کی تقریر کے موضوع کا ذکر کرتے ہوئے جناب ڈائرکٹر نے فرمایا کہ اسلام میں تصوف کی بنیاد تین عناصر پر ہے۔ انسان کی حقیقت، خدا کی حقیقت اور روحانی اقدار۔ انہی روحانی اقدار کی وساطت سے انسان ذاتِ خداوندی کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ اور یہی اقدار انسان کو اس قابل بناتی ہیں کہ وہ 'احسن تقویم' کے لقب کا مستحق قرار پاتا ہے اور اسمائے حسنیٰ کی برکات کا مظہر بن کر صفاتِ باری تعالیٰ کے عملی مظاہرے کی سعی کرتا ہے۔ شارع علیہ السلام کا حکم ہے: تخلقوا باخلاق اللہ، اپنے کردار میں اللہ تعالیٰ کے اوصافِ حمیدہ جیسے اخلاق پیدا کرو۔

جناب ڈائرکٹر کی تعارفی تقریر کے بعد ڈاکٹر وائشر نے اپنا مقالہ پڑھا۔ مقالہ سن کر اندازہ ہوا کہ

ڈاکٹر وانشر مضمون سے پوری طرح باخبر ہیں۔ ان کا مطالعہ وسیع ہے۔ اسلامی تصوف کے اصل مصادر ان کی نظر میں ہیں۔ مسلم صوفیاء، مسلم فلاسفہ اور ان کی تصانیف کے حوالے گفتگو کے دوران بار بار آتے رہے۔ مقالے کے بعد سوالات کا سلسلہ شروع ہوا، اور یہ نشست ایک علمی مذاکرہ میں تبدیل ہوگئی۔ تبادلہ خیال کا یہ سلسلہ تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہا۔ ڈاکٹر وانشر نے اپنے لکچر میں موضوع کے مختلف اہم پہلوؤں کا ایک سرسری جائزہ پیش کیا۔ بعض پہلو جو ان کے لکچر میں جگہ پانے سے رہ گئے وہ حاضرین کے سوالات سے اُبھر کر سامنے آئے اور باہمی اظہارِ خیال کے دوران ان کی وضاحت ہوگئی۔

ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر وانشر نے بتایا کہ اسلامی تصوف سے اہلِ مغرب کب اور کیسے واقف ہوئے۔ اس ضمن میں انھوں نے اسلامی علوم کے اہم مراکز کا بھی ذکر کیا۔ اسپین مغرب و مشرق کا نقطۂ اتصال ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں عربی تصانیف کو انگریزی میں منتقل کیا گیا تو اہلِ مغرب کو اسلامی علوم سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ سوالات کے دوران لفظ تصوف کی لغوی تحقیق اور اس کا ماخذ، تصوف کی ابتداء اور ارتقاء بھی زیرِ بحث آئے۔ مشرق و مغرب کے ملاپ سے اسلامی تصوف نے کیا اثر قبول کیا۔ اور اسلامی تصوف نے دنیا کے افکار پر کیا اثر ڈالا۔ یونانی تصوف، ویدانت، بدھ مت اور مسیحی تصوف نے بھی اسلامی تصوف کو متاثر کیا۔ یا نہیں۔ یہ تمام مباحث دلچسپی کے ساتھ دہرائے گئے۔ ایک اہم سوال یہ بھی زیرِ بحث آیا کہ جس چیز کو اسلامی تصوف کہا جاتا ہے وہ اسلام کے بنیادی مآخذ سے مستنبط ہوتا ہے یا نہیں۔ اس کی سند قرنِ اوّل کے مسلمانوں، بالخصوص صحابہ تابعین اور تبع تابعین کی زندگی سے ملتی ہے یا نہیں۔ یہ بات اتفاق رائے سے تسلیم کی گئی کہ اصطلاح اور جزئیات سے قطعِ نظر تصوف کی روح کا سراغ ابتدا ہی سے ملتا ہے۔ تصوف اپنے خالص اور سادہ رنگ میں خود آنحضرت صلعم کے زمانے میں موجود تھا۔ اور بعد کے دور میں بھی جب کہ تصوف کو باقاعدہ ایک تحریک کی صورت حاصل ہوئی، اس روح کو سامنے رکھا گیا۔ ابتدائی عہد کے صوفیوں نے نہ صرف اس روح کو برقرار رکھنے کی کوشش کی بلکہ اُنھوں نے اپنی اصطلاحات بھی قرآن و حدیث سے اخذ کیں۔ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اُنھوں نے اپنے اعمال و وظائف مقرر کئے۔ عصری تقاضوں کے تحت اُنھوں نے دین کے بعض ان پہلوؤں پر زیادہ زور دیا جن کا تعلق تصفیہ باطن اور تطہیر قلب سے ہے لیکن قرآن و سنت کی واضح تعلیمات سے اُنھوں نے سرِمو انحراف نہیں کیا۔

وفد سوالات میں مغربی ممالک کی اس سیمابی تحریک کا ذکر چھڑ گیا جس کو عرفِ عام میں ہپی ازم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دریافت کیا گیا کہ اس تحریک کے فروغ کا سبب کیا ہے۔ موضوعِ زیرِ بحث کی مناسبت سے یہ ایک اہم اور دلچسپ سوال تھا۔ یہ تحریک مشرق کے ان سادہ لوح لوگوں کے لئے عبرت کا تازیانہ ہے جو مغربی تہذیب کے زرق برق جلوؤں پر فریفتہ ہیں۔ تصوف تزکیۂ نفس کے راستے روحانیت کی ترقی کا دوسرا نام ہے جو مادّیت کے غلبہ و تسلط کو روکنے کے لئے ضروری ہے۔ دنیا کے وہ معاشرے جو مذہب کو خیر باد کہہ کر مادی عیش و عشرت کو زندگی کا منتہائے مقصود قرار دے لیتے ہیں۔ وہ زود یا بدیر امن و سکون کی اس دولت سے محروم ہو جاتے ہیں جن کے بغیر زندگی کی حقیقی لذت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ڈاکٹر وائشر نے مغرب کی اس حرماں نصیبی کا بڑی فراخدلی سے اعتراف کیا۔ انھوں نے بے لاگ اظہار رائے کرتے ہوئے بتایا کہ مغربی ممالک میں ہپی ازم نے اس لئے جنم لیا ہے کہ وہاں کی زندگی روحانیت اور اخلاقی اقدار سے یکسر بے بہرہ ہو چکی ہے۔

مغرب میں مادہ کی بے رحم جبریت نے انسانی روح کو کچل کر رکھ دیا ہے۔ انسان اس کی ظاہری آب و تاب میں کھو کر چند روز کے لئے تو اپنا جی بہلا لیتا ہے مگر پائیدار آسودگی کے لئے اس کا وجود ہمیشہ ترستا رہتا ہے۔ ہپی ازم دراصل مادہ پرستی سے فرار کی ایک ایسی راہ ہے جو آوارگی اور دیوانہ پن کی طرف لے جاتی ہے۔ حقیقت میں یہ ایک بیماری سے دوسری بیماری کی طرف سفر ہے۔ مذہبی روحانیت کے ترک سے مغربی معاشرت میں جو خلاء پیدا ہُوا ہے اس کو ہپی ازم کے ذریعہ پُر کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مگر اس کوشش کا نتیجہ انسانیت کے لئے کس حد تک مثبت اور صحت مند اثرات کا حامل ہے وہ ہپیوں کے طرزِ بود و ماند سے ظاہر ہے۔ ہپیوں کے وحشت بداماں طائفے دیس دیس پھر کر اپنی محرومی و تشنہ کامی کا خود اعلان کرتے ہیں۔ اور زبانِ حال سے دنیا کو مادہ پرستانہ زندگی سے سبق لینے کی دعوت دیتے ہیں۔

کابل یونیورسٹی کے دو فاضل اساتذہ پر مشتمل ایک وفد ان دنوں پاکستان آیا ہُوا ہے۔ اس وفد کے ارکان جناب برہان الدین اور غلام بہلول فہام فیکلٹی آف تھیالوجی کے لکچرار ہیں اور ان کے سفرِ پاکستان کا مقصد یہاں اسلامی علوم کے سلسلے میں تحقیقاتی کاموں کا جائزہ لینا ہے۔ حکومتِ

افغانستان کابل یونیورسٹی میں معارفِ اسلامیہ کی تحقیقات کا ایک علیحدہ شعبہ قائم کرنا چاہتی ہے۔ وفد پاکستانی اداروں کی کارگزاریوں کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد اپنے ملک کے لئے منصوبہ تیار کرے گا۔

گزشتہ دنوں وفد کے معزز ارکان ادارہ تحقیقاتِ اسلامی بھی تشریف لائے۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر اُنھوں نے ارکان ادارہ سے متعدد ملاقاتیں کیں اور دلچسپی کے خاص مسائل پر تبادلۂ خیال کیا۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے اسلامی علوم وفنون کے متعلق اب تک جو کچھ کام کیا ہے اور آئندہ جو کچھ اس کے پیشِ نظر ہے، اس کے متعلق وفد نے تفصیلی معلومات حاصل کیں۔ ادارے کے حسنِ انتظام، تحقیقی ماحول اور علمی فضا کو دیکھ کر معزز مہمان بہت متاثر ہوئے اور مفید مطلب باتیں خاص طور سے نوٹ کیں۔

اتفاقی ملاقاتوں کے علاوہ ایک دن باقاعدہ میٹنگ بھی ہوئی جس میں ڈائرکٹر اور دیگر ارکان ادارہ شریک ہوئے۔ مختلف متعلقہ موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ فارسی اور انگریزی کی ملی جلی فضا میں تقریباً دو گھنٹے تک تبادلہ خیال کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ دونوں طرف سے محبت ویگانگت اور اخوت و بھائی چارہ کے مظاہرے ہوئے، پاکستان اور افغانستان اسلامی وحدت کے رشتے میں منسلک ہیں۔ افکار و خیالات کی ہم آہنگی کے علاوہ فارسی زبان سے اہلِ پاکستان کی دلچسپی نے اجنبیت کے پردے اُٹھا دیئے۔

۳ر اپریل کو سفیرِ افغانستان ڈاکٹر علی احمد پوپل نے وفد کے اعزاز میں ایک عشائیہ دیا جس میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے تمام ارکان کو بھی مدعو کیا گیا۔ انواع واقسام کے افغانی اور پاکستانی کھانوں سے لذتِ کام و دہن کا سامان کیا گیا تھا۔ لیکن اس سے زیادہ پُر لطف گفتگوؤں کے وہ سلسلے تھے جو عملہ سفارت اور ارکانِ ادارہ کے درمیان کئی گھنٹے تک جاری رہے۔